ڈاکٹر صابر آفاقی

صوفیائے کشمیر

صوفیائے کشمیر کے حالاتِ زندگی اور ان کی مذہبی و تہذیبی خدمات پر قلم اٹھانے سے قبل ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ اس سرزمین میں ورودِ اسلام سے پہلے کے مذہبی و روحانی ماحول کا ایک مختصر جائزہ پیش کریں۔ یہ قدرتی امر ہے کہ آئندہ کے افکار و عقائد اور خیالات و نظریات کی اساس ہمیشہ ماضی پر ہوتی ہے اور کسی بھی تحریک و نہضت کا مطالعہ تاریخ کے گزشتہ ادوار کو پیشِ نظر رکھے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔

کشمیر کی قدیم ترین سیاسی و تمدنی تاریخ راج ترنگنی کے مطالعہ سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اس ملک میں ہندو راجاؤں کا نظامِ حکومت مذہب پر استوار تھا۔ حکمران اور عوام دونوں طبقے مورتی پوجا، تعمیرِ معابد اور اصلاحِ کشور میں مصروف رہتے تھے۔

تیسری صدی عیسوی کے وسط میں بدھ مت کا کشمیر میں ورود ہوا اور پھر یہ خطہ برصغیر پاک و ہند میں اس دین کا اہم مرکز بن گیا۔ بدھ مت کشمیر ہی کے راستے مرکزی ایشیا اور چین پہنچا۔ کشمیر کے راجہ کنشک نے دوسری مشاورتی کونسل یہیں طلب کی تھی اور یہی کونسل بدھ مت میں مہایانا فرقہ کا نقطۂ آغاز ثابت ہوئی۔ "اسلام ہندوستان میں" (انگریزی) کے مؤلف کے بقول صوفیا کا نقشبندیہ سلسلہ مہایانا فرقہ سے متاثر تھا۔[1] اس تشوری کے لیے کنشک نے چار سو ننانوے علما کا انتخاب کیا تھا تاکہ وہ اپنی کتب مقدسہ کے متون کی تدوین کریں پھر راجہ نے حکم جاری کیا کہ ان متون کو کشمیر سے باہر نہ لے جایا جائے۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک بودائی مبلغ کیا یامی پوتر کشمیر گیا اور وہاں پانچ سو بدھ علما کی مدد سے مذہبی کتب کو آٹھ کتابوں میں جنہیں کانستا کہا جاتا ہے

---

[1] اسلام ہندوستان میں ص ۳۴۳

جمع کیا۔ ایک ستون پر یہ حکم کندہ کیا گیا "جو لوگ اس دین و آئین کو اس کے بعد پڑھیں ان کو کشمیر سے خارج نہیں ہونا چاہیے"۔ کنشک کے بعد اشوک بدھ مت کا پیرو اور حامی ہوا ہے۔ اس نے کشمیر پر قرن اول قبل مسیح میں حکومت کی۔ بدھ مت کا عظیم مبلغ مادیانتیکا اسی عہد میں کشمیر میں سرگرم تبلیغ رہا ہے۔ تاریخ کے ان ادوار میں سینکڑوں بدھ عالم اور راہب دور دراز کے علاقوں سے آکر کشمیر میں رہنے اور سٹوپوں اور جنگلوں میں ریاضت کرنے لگے۔ کشمیر میں ہندو مت اور بدھ مت کی نشر و اشاعت کے بعد سب سے بڑا واقعہ جو رونما ہوا وہ اس سرزمین میں مانی کا ورود ہے۔ اگرچہ ہم آج مانوی کی تشخیص نہیں کر سکتے لیکن چونکہ مانی اپنی تعلیمات کی تبلیغ میں بے حد فعال رہا ہے اور کشمیر میں اس کا قیام بھی یقینی ہے لہٰذا منطقی طور پر اس کے پیروؤں کی ایک جماعت پیدا ہو گئی ہو گی۔ چنانچہ خواند میر کے اس قول سے ہمارے نظریہ کی تائید ہوتی ہے جہاں وہ لکھتا ہے۔ بالجملہ در بلاد ہندوستان و ختا او را رواج و رونقی تمام دست داد۔ مانی اشاپور اول (۲۴۱-۲۷۲ء) کے عہد حکومت میں کشمیر پہنچا۔ اس وقت کشمیر میں راناد یتا کی حکومت تھی۔ مرحوم سعید نفیسی رقم طراز ہے۔ ناچار مانی از ایران بیرون رفت یا آنکہ او را تبعید کردند و بکشمیر رفت و از آنجا بترکستان چین رفت۔ و در راہ از تبت گزشت و پس از آن ہموارہ بہ معتقدین خود در تبت مکتوب می نوشت و روابط خود را با ایشان حفظ میکرد[۲]۔ بنا بریں قیاساً ہندو و بودھ عقائد و تعلیمات کی طرح مانی کے نظریات بھی کشمیر کے اسلامی تصوف میں راہ پا گئے ہوں گے۔ مانی کی تعلیمات کا خلاصہ و لُبّ، ترکِ دنیا و لذاتِ مادی تھا۔ یہی ترکات، بلکہ ترکِ ترک، متصوفانہ نظام کی اساس رہا ہے۔ اس سلسلے میں کشف المحجوب کے روسی مصحح ژوکوفسکی کی مانی کے بارے میں یہ رائے بڑی وقیع ہے۔ وہ کہتا ہے۔ بزرگ ترین نمائندۂ تصوف ایرانی پیش از اسلام مانی است کہ از حیث وسعت و عظمت فکر و نبوغ معنوی و نفوذ روحانی در تاریخ تصوف عالم یک شخصیت عدیم النظیری مے باشد۔[۳]

---

[۲] تاریخ تمدن ایران ساسانی ج ۱، ص ۶۲

[۳] کشف المحجوب۔ ژوکوفسکی، ص یازدہ

آٹھویں صدی عیسوی کے آواخر میں کشمیر کے ہندو علما نے ایک عظیم فکری تحوّل پیدا کر کے اپنے عقائد کی اصلاح کی۔ سبھی جانتے ہیں کہ ہندوؤں کے تین بڑے دیوتاؤں میں سے ایک شیو ہے۔ اور وہ مذہب جو شیو کو دوسرے دو دیوتاؤں پر برتری و فوقیت دیتا ہے، وہ شیو مت کہلاتا ہے۔ اشکانیوں اور ساسانیوں کے ادوارِ حکومت میں شیو مت پنجاب و کشمیر میں رائج تھا لیکن اس مذہب میں تینوں دیوتا برابر مانے جاتے تھے۔ اہلِ کشمیر نے شیو مت کی تثلیث کو توحید میں بدل کر ایک علیحدہ فرقہ کی بنیاد رکھی جسے کشمیر شیو مت کہا جاتا ہے۔ اس فرقہ کے مشہور مبلّغ و مصلح ابھیناوگپت کو جو (۹۵۰ - ۱۰۲۰ء) کے درمیان کشمیر میں پیدا ہوا نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کشمیر میں شیو مت کو تریک شاستر بھی کہا جاتا ہے۔ اس مکتبِ فکر کا دوسرا نام پرتیابھیجنیا (بازشناسائی) ہے۔ رادھا کرشنن کی رائے یہ ہے کہ کشمیر کے شیو مکتب نے کوشش کی کہ رسائل آگاما کی مبانیات کو ایک فلسفیانہ شکل دی جائے اور اسے ویدانت کے آئین یکتا پرستی سے تلفیق دی جائے۔ سالک کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے باطن کو آئینہ کی طرح شیو کی تجلی گاہ بنائے [۴]

جس طرح ہندو مت اور بودھ مت نے کشمیر کو سرزمینِ مقدس قرار دیا تھا اسی طرح شیو مت بھی اس خاک کو پاک گردانتا ہے۔

دبستانِ مذاہب کا مؤلف ملا محمد محسن فانی (متوفی ۱۰۸۱ ہجری) لکھتا ہے۔ "وزعمِ ہندوان آنست کہ ایں ہمہ تیرتھہا کہ در جہان است قائم مقام سر تیرتھی از آن در کشمیر تیرتھی ہست، کہ باوجود آں تیرتھ کشمیر نیاز رفتنِ تیرتھہای دیگر نباشد۔" [۵]

ڈاکٹر صوفی نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ کشمیر کا شیو مت اسلام کے بہت قریب ہے [۶] ظاہر ہے کہ شیو مت کا یہ کشمیری فلسفہ بھی اس ملک کے صوفیا و عرفا میں

۴؎ ادیان و مکتبہائی ہند ص ۲۲۴

۵؎ دبستانِ مذاہب ص ۱۹۵

۶؎ کشمیر ج ۱، ص ۲۷

میں مقبول ہوا۔

ریاست کشمیر پاکستان، بھارت، تبت، چین اور نیپال کی ہمسایہ و ہم مرز رہی ہے۔ اس لیے قدرتی طور پر ان ممالک کے مذاہب اور ثقافت اہلِ کشمیر پر اثر انداز ہوئے اور پھر ان علاقوں نے کشمیر کے مذاہب و افکار کو قبول بھی کیا ہے۔ خاص طور پر چین میں مجوس، بت پرست اور آتش پرست پائے جاتے تھے چنانچہ ایک عرب مورخ نے اس بات کی شہادت ان الفاظ میں دی ہے۔ ھم اھل مذاہب المختلفۃ۔ فمنھم مجوس و اھل اوثان و اھل نیران[۴] بالخصوص پیغمبر چین کنفوشیس (۵۵۲ - ۴۷۹ ق م) کا کشمیر پر بڑا اثر رہا ہے۔

ظہورِ اسلام کے بعد بھی مختلف احزاب و اشخاص کی توجہ کشمیر پر رہی۔ کشمیر گوناگوں تحریکات کی منزل بھی تھی اور ان تحریکات کو چین و ترکستان تک پہنچانے کا ذریعہ بھی۔ ان اشخاص میں ایک حسین بن منصور حلاج (مقتول ۳۰۹ ہجری - ۹۲۲ء) بھی ہے جو ملتان سے ہوتا ہوا کشمیر پہنچا تھا اور پھر تورفان (چین) تک گیا۔ اس سلسلے میں ممتاز فرانسیسی مستشرق لوئی ماسنیون کی یہ رائے دلچسپ ہے جو اس نے رسالہ قوس زندگی منصور حلاج، میں درج کی ہے ۔۔۔۔۔۔

از ہندوان ہندوستان، دپیروان مانی و لبودائیان ماوراء النہر دیدن کرد۔ ایں جہانگردی را از راہ دریا آغاز نمود و در ہندوستان از کنار رود سند پیش رفت واز ملتان به کشمیر رسید۔ یعنی آں شہری کہ کاروانیان اہواز می پیوستہ زربفت ہائے طراز و تستر رابہ آنجا آوردہ بجای آں کاغذ تغزچینی۔ ہا چینو بہ اہواز می بردند۔۔۔ منصور حلاج در کشمیر باایں کاروانیان ہمراہ شد باایشان از گذر گاہ ای پیچا پیچ کہساران بسوی شمال شرق تا تورفان (چین) بہ پیش رفت[۵] کہا جاتا ہے کہ الموت کے باطنیوں کی آمد و رفت بھی کشمیر میں رہی ہے اور انھوں نے اسے اپنا تبلیغی مرکز بنایا تھا۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ ملتان پر مدت تک قرامطہ حکومت کرتے رہے اور چونکہ کشمیر ملتان کے نزدیک واقعہ ہے لہٰذا بعید نہیں کہ ان کے عقائد کشمیر میں پھیلے ہوں۔ مغلیہ عہد

---

[۴] تاریخ ابی الفداء، ج ۱ ص ۱۰۲

[۵] منصور حلاج (ترجمہ فارسی) - طہران - ص ۲۷

میں زرتشتی آذر کیوانی کشمیر پہنچے اور ان میں سے یہی مبلغ یعنی موبد ہوشیار (دوم) موبد پرستار اور شیدوش بن انوش یہاں گیارھویں صدی ہجری میں فوت ہوئے[۹] اس سے پہلے دسویں صدی ہجری میں میر شمس الدین عراقی (متوفی ۱۵۲۶ء) کشمیر میں نوربخشیہ عقائد کی تبلیغ کر کے اس فرقہ کی تاسیس کر چکا تھا۔

اکّا دکّا مسلمان تو پہلی صدی ہجری میں کشمیر پہنچ گئے ہوں گے لیکن جس شخصیت کی باقاعدہ تبلیغ سے عوام کے فکر و عمل میں عظیم انقلاب پیدا ہوا، وہ ایک عالم، صوفی اور مبلغ سید شرف الدین بلبل شاہ سہروردی ترکستانی ہیں جو ۷۲۵ ہجری میں کشمیر تشریف لائے انھوں نے روحانیت و ایمان کے زور سے کشمیر کے بودھ راجہ رینچن کو مشرف بہ اسلام کیا اور پھر یہ راجہ سلطان صدرالدین کے نام سے حکومت کرنے لگا۔ سید بلبل شاہ بغداد کے خوارزم کے رہنے والے تھے اور کشمیر میں دینِ اسلام اور زبانِ عربی و فارسی کے تحائف لے کر پہنچے تھے۔ اس کے تقریباً پچاس سال بعد ۷۷۴ ہجری میں سید علی ہمدانی سات سو علما و صوفیا کی ایک جماعت کے ساتھ کشمیر میں داخل ہوئے۔ انھوں نے اہلِ کشمیر کو عظمت و محنت کا راز سمجھایا۔ زراعت، صنعت اور تجارت میں ان کی رہنمائی کی۔ کشمیریوں کو علوم سے آراستہ کیا۔ اس عہد میں سنسکرت زبان رائج تھی۔ مگر ان علما نے عربی بخاص طور سے فارسی کی اشاعت کی اور ایک نئی زبان یعنی کشمیری کی تخلیق میں حصہ لیا جو ہندی، فارسی، عربی وغیرہ الفاظ و تراکیب سے مملو ہے۔ ریشیوں کے بغیر تمام صوفیائے کشمیر کسب و کار اور اکل حلال کی اہمیت پر زور دیتے تھے۔ اور وہ کبھی کاہلی و لطاعت کو اپنے نزدیک پھٹکنے نہ دیتے تھے۔ کیونکہ شاہ عبدالرحیم دہلوی کے بقول ان کا عقیدہ یہ تھا کہ التصوف کلہ جدٌ لا یختلط فیہ ھزل[۱۰]

کشمیر میں صوفیا کے چاروں سلسلے۔ نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ پائے

---

[۹] مقالہ مرحوم ڈاکٹر معین الدین، مجلہ دانشکدہ ادبیات طہران، شمارہ ۳۔ سال چہارم۔ فروردین ۱۳۳۶ شمسی

[۱۰] انفاسِ رحیمیہ۔ دہلی۔

جاتے تھے۔ لیکن سلسلہ کبرویہ کو کشمیر میں خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ ان سلسلوں کے علاوہ ریشی سلسلہ کشمیر میں شروع ہوا اور اسی خاک سے مخصوص ہو کر رہ گیا۔ ریشی صوفی عموماً مجذوب و تارک دنیا ہوتے تھے۔ کشمیر میں صوفیا کی کثرت کا اندازہ عوام کی اس کہاوت سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ یہاں ایک لاکھ پچیس ہزار صوفی ہوتے ہیں۔

کشمیر کے علما، عرفا اور صوفیا نے مساجد، مدارس اور خانقاہیں تعمیر کیں۔ یہ تین مراکز، علم و تصوف و زبان کی نشر و اشاعت میں اہم کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ صوفیائے کشمیر کی یہ خصوصیت بھی رہی ہے کہ وہ تقریباً سب کے سب مصنف و شاعر تھے۔ انھوں نے صوفیانہ افکار کو فارسی، کشمیری بلکہ عربی زبان میں بیان کیا ہے۔ بعد کے ادوار میں تصوف اس وادی سے نکل کر جموں، راجوری، پونچھ اور موجودہ آزاد کشمیر کے علاقوں میں پھیلا۔ ان صوفیا نے علاقائی زبانوں پنجابی، پہاڑی اور گوجری میں شاعری کی اور وہ اس طرح تربیت نفوس و تنویر افکار کے ساتھ ساتھ زبان و ادب کی خدمت بھی کرتے رہے۔

ہم نے اپنے اس مقالے میں کشمیری تصوف کی شش صد سالہ تاریخ (۵۳۷-۱۳۱۶ھ) کا خلاصہ دیا ہے۔ اس اختصار میں تمام عرفائے کشمیر کا تذکرہ نہیں سما سکتا۔ لہٰذا چند اکابر صوفیا کے حالات پر اکتفا کیا گیا ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھنی ضروری ہے کہ اس مقالے میں ترتیب زمانی کے اعتبار سے ہر صوفی کی تاریخ وفات کو پیش نظر رکھا ہے۔ ترتیب زمانی کا ایک فائدہ یہ ہے کہ ہم اس طریق سے کشمیر میں تصوف کی تاریخ، عہد بعہد کی پیش رفت فکری، اور صوفیانہ اعمال و ادوار کا مطالعہ بھی کر سکیں گے۔

کشمیر میں اسلام کے ورود سے قبل اور مابعد کے افکار و عقائد اور اشخاص کا حال لکھنے کے بعد اب ہم چند اکابر صوفیا کا ذکر کرتے ہیں۔

سید شرف الدین عبدالرحمن بلبل شاہ (متوفی ۷۲۷ ہجری)

بعض مورخین کا عقیدہ یہ ہے کہ محمد بن قاسم کے حملہ سندھ کے موقع پر شام کا ایک سپاہی حمیم بن اسامہ کشمیر میں آکر مقیم ہو گیا تھا۔ محمود غزنوی (متوفی ۴۲۱ ہجری) نے جب کشمیر پر حملہ کیا تو اگرچہ وہ اسے فتح نہ کر سکا لیکن کچھ مسلمان وادی میں داخل ہو کر اسلام کی

تبلیغ کرنے لگے تھے۔ بہر صورت بلبل شاہ پہلے باقاعدہ مبلغ ہیں جنھوں نے ۷۲۵ ہج میں وادی میں قدم رکھا۔ ان کا وطن ترکستان تھا۔ سلسلہ سہروردی اور مذہب حنفی تھا۔ وہ مدت تک بغداد و کٹ (خوارزم) میں مقیم رہے، اور پھر خواجہ محمد مقیم ترکستانی اور ملا احمد علامہ کے ہمراہ کشمیر پہنچے۔ ۷۲۵ ہج میں کشمیر کا راجہ رنچن مسلمان ہوا اور ۷۲۸ ہج میں فوت ہو گیا۔ بلبل شاہ نے نومسلموں کے لیے مدرسہ اور مسجد کی سرینگر میں بنا رکھی۔ طعام خانہ قائم کیا جو بعد میں بلبل لنگر کے نام سے مشہور ہوا۔ حضرت بلبل شاہ کے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور جوش و خروش کو سامنے رکھا جائے تو یہ بات یقینی ہو جاتی ہے۔ کہ انھوں نے بڑی تعداد میں ہندوؤں کو حلقہ بگوش اسلام کر لیا ہوگا۔ بعض نے ایسے نومسلموں کی تعداد دس ہزار بتائی ہے۔ آپ وادی میں تین سال کی سکونت کے بعد ۷۲۷ ہج میں سرینگر میں فوت ہوئے۔ خواجہ محمد اعظم مولف تاریخ اعظمی نے ان کا مادۂ تاریخ وصال اس طرح نکالا ہے

سال تاریخ وصل بلبل شاہ بلبل قدس گفت خاص اللہ
۷۲۷ ہج

آپ کا مزار مبارک سرینگر میں دریائے جہلم کے کنارے واقع ہے اور مرجع خلائق ہے۔

سید بلبل شاہ کی وفات کے تقریباً بائیس سال بعد ۷۴۸ ہج میں سید جلال الدین بخاری (متوفی ۷۸۵ ہج) نے جو مخدوم جہانیان جہانگشت کے نام سے مشہور تھے، اسلام کی تبلیغ کی خاطر وادی کشمیر کو اپنے ورود سے مفتخر کیا۔ وہ شیخ رکن الدین عالم کے مرید تھے۔ اگرچہ ان کا قیام چند ہفتوں سے زیادہ نہ تھا لیکن اس کے اثرات بڑے دور رس نکلے۔ وادی میں آپ کے ورود کے بارہ سال بعد ۷۶۰ ہج میں سید تاج الدین سمنانی ایران سے یہاں تشریف لائے۔ سید مسعود اور سید یوسف ان کے ہمراہ تھے۔ اس کے بعد آپ کے چھوٹے بھائی سید حسین سمنانی ۷۷۳ ہج میں کشمیر پہنچے اور پھر یہیں کے ہو رہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ سادات سمنان سبھی صوفی و عالم اور سُنی مذہب کے حامل تھے۔ انھوں نے کشمیر کو اسلام کی تعلیمات و حقائق سے روشناس کرایا اور جدید ایرانی اسلامی تمدن کی بنیاد رکھی۔

للہ عارفہ (متوفی ۷۷۳ھ)

للہ عارفہ ۷۳۵ھ میں کشمیر کے گاؤں سمپورہ میں پیدا ہوئیں۔ اس وقت کشمیر پر راجہ اودیان دیو کی حکومت تھی۔ ہندو کہتے ہیں کہ یہ خاتون ہندو تھی اور اس کا نام لل ایشوری تھا مگر مسلمان انہیں صوفی المسلک اور مجذوبہ سمجھتے ہیں۔ وہ سید حسین سمنانی کی مرید تھیں۔ سید صاحب ۷۷۳ھ میں وادی کشمیر میں داخل ہوئے۔ اس وقت للہ عارفہ کی عمر ۳۸ سال تھی۔ وہ ہمیشہ صوفیا کی محافل میں بیٹھتیں اور تصوف اسلامی کے رموز سیکھتیں۔ انھوں نے سید جلال الدین بخاری اور حضرت امیر کبیر سے بھی ملاقات کی تھی۔ للہ عارفہ نسب اور ظاہری رسوم و آداب کی برتری کی مخالف تھیں۔ وہ کشمیر میں فلسفہ ہمہ اوست کی زبردست مبلغ تھیں۔ کشمیر کے مشہور صوفی حضرت شیخ نورالدین ولی للہ عارفہ کے رضاعی فرزند اور معتقد تھے۔ چنانچہ ریشی نامہ میں حضرت شیخ کی کشمیری زبان میں ایک مناجات ملتی ہے جس میں دعا کرتے ہیں کہ اے خدا مجھے لل دیدی کی طرح بنا دے۔

حقیقت یہ ہے کہ للہ عارفہ بہت نیک اور صوفی مجذوبہ تھیں۔ کہتے ہیں بے شمار کرامات کا ان سے ظہور ہوا تھا۔ اہل کشمیر ہر دور میں للہ عارفہ سے عقیدت رکھتے رہے ہیں۔ بلکہ اسے لل ماجی یعنی مادر نرنگ کہتے ہیں۔

للہ عارفہ شاعرہ بھی تھیں۔ انھیں کشمیری شاعری کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ ان کی بیشتر ضرب الامثال آج بھی اہل کشمیر کو یاد ہیں۔ للہ عارفہ کی شہرت کشمیر تک ہی محدود نہیں تھی۔ مشہور ماہر لسانیات گریرسن نے بھی للہ عارفہ کے گیت اور نغمات کو مرتب کیا اور انگریزی میں ان کی شرح لل واک کے نام سے شائع کی ہے۔ ایک اور انگریز مسٹر ٹمپل نے نغمات عارفہ کا انگریزی نظم میں ترجمہ کیا تھا۔

افکار عارفہ کے تجزیہ و تحلیل کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ وہ ایک طرف شیومت کے افکار اور دوسری طرف اسلامی تصوف کی علم بردار تھیں۔ چنانچہ عبداللہ یوسف علی لکھتے ہیں۔ وہ تحریک جس کے ذریعہ شیومت سلسلۂ نقشبندیہ کے قریب ہوا، اس کا بہترین نمونہ للہ کشمیری کے گیتوں میں ملتا ہے[1]۔ مجلہ ثقافۃ الہند کی یہ رائے بھی

---

[1] مجلہ ہندستانی آلہ آباد ۱۹۳۹ء

بڑی وقیع ہے جہاں وہ کہتا ہے ۔ وتتجلی ھذہ النغمة الجدیدة فی کلام لال دد وتتشرب شعرالی بمقطوعات من الاغانی الصوفیہ التی تردد حول نظریة وحدة الوجود[۱]۔

للہ عارفہ کے افکار و عقائد سے تصوف اور خاص طور پر ریشیانِ کشمیر بے حد متاثر ہوئے ہیں۔ ان کی وفات کشمیر کے مقام بیج بہاڑہ میں ۸۰ ۷ - ۴۲ ۷ ھ کے درمیان ہوئی۔ ان کی قبر کا سراغ نہیں ملتا۔ آخر میں ہم عارفہ کے عارفانہ گیتوں کا نمونہ درج کرتے ہیں۔

۱۔ اے عابد۔ تو نقص نگاہ کے باعث ایک کو دو دیکھ رہا ہے۔ اور خدا کے وجود کو کبھی مرد اور کبھی عورت سمجھتا ہے۔ ورنہ تم جسے دیکھو اور جس رنگ میں دیکھو سب اسی کے نور کا ظہور ہے۔

۲۔ کیا آفتاب سب جہاں کو منور نہیں کرتا ؟ کیا وہ صرف خوبصورت شہروں ہی کو روشن کرتا ہے ؟ کیا ہوا ہر گھر میں داخل نہیں ہوتی ؟ یہ ایک راز ہے ۔ اس اصول کو سمجھ لو۔

۳۔ شیو (خدا) ہر جگہ موجود ہے۔ تعصب و کوتاہ بینی کو ترک کردو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر تم دانا اور بینا ہو تو اس کے جلوہ کو ہر جگہ دیکھ سکتے ہو۔ لیکن یاد رکھو کہ اس کے عرفان سے پہلے اپنا عرفان لازم و ناگزیر ہے۔

۴۔ تو نے دل بت اور بتکدہ سے کیوں لگالیا ہے۔ تیرے پیچھے، تیرے آگے، تیرے اوپر اور تیرے نیچے پتھر ہی پتھر ہیں۔ تیرے پتھر ایسے سخت دل نے تجھے مست سنگ بنا دیا ہے۔ شیطان نے تجھ کو اس پتھر کے ذریعے گمراہ کر دیا ہے۔ تو مکر کرتا ہے فریب دیتا ہے اور خدا سے خوف نہیں کھاتا۔ یہ دنیا پتھروں سے بھری ہوئی ہے تو اپنی آنکھ کو ہر چیز سے ہٹا لے۔

۵۔ مورتی بھی پتھر ہے اور مندر بھی۔ اوپر سے نیچے تک ایک ہی ہے۔ پس اے نادان پنڈت۔ پھر تو کس کی عبادت و پرستش کرے گا۔

---

[۱] ثقافة الہند۔ المجلد الثانی عشر۔ العدد الاول۔ دہلی۔ ینایر ۱۹۶۱ ص ۶۵